کلامِ بیدل حیدری میں عہد و معاشرت کی عکاسی

رحمت علی شاد☆

Abstract

Some big names of literature could not make ripple in the literary circles of the country because they belonged to rather smaller cities. Being deprived of means of propagation, their literary services were not duly recognized in spite of their mastery over the subject.

Dr.Baidil Haydri also met with the same fate as he belonged to the comparatively lesser town of Kabirwala (Multan). He was without doubt a mature poet of our time. He had hundreds of pupils in poetry hailing from different parts of the country. The article studies Baidil's life and his literary contributions.

ڈاکٹر بیدل حیدری کا اصل نام عبدالرحمان تھا۔ قومی شناختی کارڈ پر ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۲۶ء درج ہے۔ بیدل حیدری کی ادبی و شعری زندگی کا آغاز پرائمری سکول کے زمانے سے ہی ہو گیا تھا۔ شاعری کی ابتدا و آغاز کے متعلق بیدلؔ حیدری اپنی خودنوشت سوانح عمری میں بتاتے ہیں:

"میری شاعری کا باقاعدہ آغاز غالباً ۳۷ـ ۱۹۳۶ء سے ہوا اور میں نے اس وقت بیدلؔ غازی آبادی تخلص رکھا ہوا تھا۔ میری سب سے

☆ لیکچرار گورنمنٹ فریدیہ پوسٹ گریجوایٹ کالج، پاکپتن

پہلی غزل کا مطلع یہ ہے

تم ہمارے ہو، ہم تمھارے ہیں
ایک دریا کے دو کنارے ہیں(۱)

بیدل حیدری، عبدالرحمان اور بیدل غازی آبادی سے بیدل حیدری کیسے بنے ؟ اس کی وجہ یہاں بیان کی جاتی ہے ۔شروع شروع میں بیدل حیدری، بیدل غازی آبادی تخلص کیا کرتے تھے ۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک دفعہ مہانند مشن ہری چن دریا (جو آج کل ڈگری کالج ہے) میں سالانہ مشاعرہ ہوا۔ بہت سے شعرائے کرام کو مدعو کیا گیا۔ ان مہمان شعرا میں دیگر بہت سے شعرا کے علاوہ سید جلال الدین حیدر دہلوی بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی غزل پڑھی تو بیدل غازی آبادی نے ان کی غزل سے متاثر ہو کر ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا اور اپنا نام بیدل غازی آبادی کی بجائے ''بیدل حیدری'' رکھ لیا۔ جس غزل سے متاثر ہو کر بیدل حیدری نے سید جلال الدین حیدر دہلوی کی شاگردی اختیار کی تھی۔ اس غزل کے تین اشعار بطورِ نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں :

جنونِ عشق کی گہوارہ جنبانی نہیں جاتی
نہیں جاتی طبیعت کی پریشانی نہیں جاتی
چمن والوں سے مجھ صحرا نشیں کی بو د و باش اچھی
بہار آکر چلی جاتی ہے ویرانی نہیں جاتی
ابھی ماحول ، عرفانِ ہنر میں پست ہے حیدر
یکا یک ہر بلند آواز پہچانی نہیں جاتی (۲)

جب بیدل حیدری سے یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ حیدری ہوتے ہوئے بیدل کیوں ہیں؟ تو انھوں نے جواب میں کہا:

''وہ اس لیے کہ میں نے اپنا دل جناب حیدرِ کرّار کو دیا ہوا ہے''۔(۳)

بیدل حیدری کے شعری شعور میں حرفِ حق کا ظہور اساسی اثاثے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی عملی زندگی میں بھی کچھ ایسے ہی صادق رویوں کے حامی تھے۔ شاعر تو ہوتا ہی سچ کا سفارت کار ہے، اسے تو کٹھنائیاں جھیل کر بھی سچے زمانوں کے آستانے تلاش کرنا ہوتے ہیں۔

بیدل حیدری، کبیر والا، ملتان اور لاہور میں اردو شاعری کے روح رواں تھے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ جب انجمن ترقی پسند مصنفین سے وابستہ بڑے بڑے شعرا اور ادبا مال روڈ کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں بیٹھے چائے کی پیالیوں میں طوفان اٹھا رہے تھے، بیدل حیدری لاہور کی انتہائی غریب بستیوں میں شعر و ادب کے چراغ روشن کرنے میں مصروف تھے۔ جواز جعفری ، بیدل حیدری کے حوالے سے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''بیدل حیدری برِصغیر کے ایک ممتاز شاعر حیدر دہلوی کے شاگرد تھے۔ یوں وہ جدید غزل کے ایک اور نمائندہ شاعر اقبال ساجد کے استاد بھائی قرار پاتے ہیں۔ دونوں شعرا کے فن اور زندگیوں میں حیرت انگیز مماثلتیں بھی نظر آتی ہیں۔ بھوک، طبقاتی شعور، پسماندگی، سماجی ناہمواری اور ظلم کے خلاف مزاحمت دونوں کی غزل کے بنیادی مضامین ہیں جب کہ دونوں کی غزل کی زبان ، لہجہ ،مصرعے کی ساخت اور حیرت انگیز حد تک موضوعاتی مماثلتیں قاری کو بار بار چونکاتی ہیں۔'' (۴)

بیدل حیدری کی شاعری کا مقصد استحصالی قوتوں سے معاشرے کی نجات اور مادیت پرستی سے چھٹکارا ہے۔ وہ سچائی کے علم کو ہمیشہ لہراتا ہوا دیکھنے کے خواہش مند تھے اور اپنے وطنِ عزیز سے محبت کرنے والے تھے۔ اس بارے میں قیس سلیمی کی رائے:

> ''بیدل حیدری کی نظموں کو پڑھ کر جو پہلا تاثر ذہنوں پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیدل حیدری سچائی کا متوالا ، ظلم کا دشمن ، ساری دنیا کے مظلوموں کا دوست اور غم خوار ، استحصالی طاقتوں کا مخالف مساوات کا قائل ، انسانیت کا علَم بردار اور

اپنے وطن عزیز پاکستان سے بے پناہ محبت کرنے والا شاعر ہے۔"(۵)

بیدل حیدری کے کلام میں سادگی جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کبھی بھی لفاظی کے چکر میں نہیں پڑے۔ ان کو جو بات بھی کہنا ہوتی تھی سیدھے سادے مگر مؤثر الفاظ میں کہ دیتے تھے۔ چناں چہ ان کی شعری زبان پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسرار چشتی لکھتے ہیں:

"ان کی نظموں کی زبان انتہائی سادہ، عام فہم، اور اثر انگیز ہے اس کے ساتھ ساتھ فکری معنویت کے اعتبار سے جو بھرپور تاثر نظموں میں پوشیدہ ہے وہ بیدل حیدری کی فنی پرکاری اور نظم گوئی پر دسترس کا ایک نادر نمونہ ہے"۔(۶)

بیدل حیدری تا حیات مفلسی کی جنگ لڑتے رہے۔ غربت و افلاس نے کبھی بھی ان کے گھر کا آنگن نہ چھوڑا۔ گویا مفلسی ان کے گھر پیدا ہوئی اور پھر جوانی کے مراحل سے گزر کر بڑھاپے کو پہنچی۔ آصف ثاقب اپنے مضمون "شاعر کی موت" میں رقم طراز ہیں:

"بیدل حیدری درویشانہ زیست کی زندہ تصویر تھے۔ وہ مر گئے لیکن زندگی کے سینے میں شعر و شاعری کا وہ دل دھڑکا گئے جو رفتہ رفتہ حسن و خوبی ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ زندگی بھر بے سروسامانی سے ہمکنار رہے اور بالآخر اسی عالم میں موت کو گلے لگا لیا۔"(۷)

بیدل حیدری چوں کہ خود بھی مفلسی کی جنگ لڑتے رہے اسی لیے وہ مفلس لوگوں کی زندگی کو بڑی آسانی سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر ان کے مسائل جان کر ان سے ہمدردی بھی کرتے تھے جیسا کہ ان کے اشعار سے واضح ہے:

دریا نے کل جو چپ کا لبادہ پہن لیا
پیاسوں نے اپنے جسم پہ صحرا پہن لیا
فاقوں سے تنگ آئے تو پوشاک بیچ دی
عریاں ہوئے تو شب کا اندھیرا پہن لیا

بھونچال میں کفن کی ضرورت نہیں پڑی
ہر لاش نے مکان کا ملبہ پہن لیا
گرمی لگی تو خود سے الگ ہو کے سو گئے
سردی لگی تو خود کو دوبارہ پہن لیا
وہ ٹاٹ کی قبا تھی کہ کاغذ کا پیرہن
جیسا بھی مل گیا ہمیں ویسا پہن لیا
بیدل لباسِ زیست بڑا دیدہ زیب تھا
اور ہم نے اس لباس کو الٹا پہن لیا (۸)

غربت اور افلاس کے پس منظر میں مختلف غزلوں کے چند اشعار اور ملاحظہ فرمائیں:

قرض ہونے نہ دی زکوٰۃ کبھی
مفلسی ! تجھ پہ ناز کرتا ہوں
اس نے کل گاؤں سے جب رختِ سفر باندھا تھا
بچہ آغوش میں تھا پشت پہ گھر باندھا تھا
ہم تو بھوکے بھی گزر کر لیں گے
بھوک کا کیسے گزارہ ہو گا
پیٹ کو کاٹ کے کھایا جائے
بھوک کا جشن منایا جائے
بھوک پیچھے پڑ گئی ہے ہاتھ دھو کر اور بھی
پیٹ سے باندھو مرے دو چار پتھر اور بھی(۹)

بیدل حیدری طبقاتی شعور کے مالک تھے۔ وہ یہ آگہی رکھتے تھے کہ ہمارا سماج طاقت ور اور کم زور، استحصال زدہ طبقوں میں بٹا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ترقی پسندانہ نظریات

جھلکتے دکھائی دیتے ہیں مثلاً:

مردہ شاہوں کے مقابر ہوں کہ زندوں کے محل
سب کی تعمیر مرے خون پسینے سے ہوئی
میرے ہمعصروں نے شاہوں کے قصیدے لکھے
میرے حصے میں بغاوت کے ترانے آئے
خیمۂ گرد میں سہمی ہوئی آنکھیں سچی
خاک اور خون میں لتھڑے ہوئے آنسو برحق
پانی سے غسل کرنے کو معمول مت بنا
اپنے لہو سے آپ نہانے کی رسم ڈال (۱۰)

بیدل حیدری یک رُخ شاعر نہیں تھے، اس لیے ان کی شاعری میں زندگی کے دوسرے معاملات کی تصویر بھی ملتی ہے۔ انھوں نے غربت، استحصال کے خلاف ہی نہیں لکھا، انسانی زندگی کے بنیادی جذبے محبت پہ بھی لکھا ہے۔ مثلاً ان کے تصورِ محبوب کا ایک انداز ملاحظہ فرمائیں جس میں حسن کی جولانیاں محبوب کی دلبری، محویت، سپردگی اور خودداری نمایاں ہے:

مجھے جو روک رہے ہو تم اس کی پوجا سے
اسی سے کیوں نہیں کہتے کہ دیوتا نہ لگے
درکار تھا کچھ کرب میرے جذبۂ فن کو
ورنہ تیری چاہت کا ارادہ تو نہیں تھا
کیوں آنکھ کے صحرا سے ابلنے لگے چشمے
غم، دل کی ضرورت سے زیادہ تو نہیں تھا(۱۱)

بیدل حیدری فطری شاعر تھے۔ ان کو بچوں سے بے حد لگاؤ تھا۔ ان کے دل میں بچوں کی محبت کا شدید جذبہ اپنے بیٹے کی وفات کے بعد پیدا ہوا۔ بچوں کے لیے انھوں نے بہت سی نظمیں کہی ہیں۔

بیدل حیدری ایک اہم شاعر تھے ان کا وسیع مطالعہ، اعلیٰ خیالات، موضوعات کا تنوع، گہرا مشاہدہ اور منفرد اسلوبِ بیاں اس بات کے غماض ہیں کہ وہ اپنے معاوین میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے۔ ارشد ملتانی ان کی شاعری پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "بیدل حیدری کی شاعری کو ہم اعلیٰ درجے کی شاعری کہیں گے۔ کیونکہ اعلیٰ درجے کی شاعری وہ ہوتی ہے جس میں زندگی اور اس کے تمام حقائق کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہو اور بیدل حیدری کی شاعری بھی ایسی ہی ہے۔" (۱۲)

بیدل حیدری نے غزل کے ساتھ نظم بھی لکھی ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں نہ صرف خیال اور موضوع کو بہتر انداز میں بیان کیا گیا ہے بلکہ انھوں نے تشبیہ، استعارہ، پیکر تراشی، تراکیب، بندش، اضافتیں، اشارے، کنائے اور اپنی وضع کردہ علامات بھی استعمال کی ہیں۔ کوئی علامت یا اضافت بعید از قیاس نہیں۔

نظم "کہانی" کے اشعار ملاحظہ فرمائیں کہ بیدل حیدری ایک غریب اور مفلوک الحال شخص کی کہانی کس طرح بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے روز کس طرح قتل ہوتے ہیں؟

آج کے اس سماج میں بیدل
یعنی ظلمت کے راج میں بیدل
میرے جیسے غریب شخص کئی
اور ان میں ادیب شخص کئی

چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کیلئے
کبھی کاغذ، کبھی خطوں کیلئے
کبھی مہمان دوستوں کے لیے
اور کسی وقت سگرٹوں کے لیے
کبھی بس کے کرائے کی خاطر
کبھی دو گھونٹ چائے کی خاطر
خون میں انگلیاں ڈبوتے ہیں
روز قسطوں میں قتل ہوتے ہیں(۱۳)

پروفیسر مقصود حسنی اسی نظم ''کہانی'' کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

نظم ''قتل'' (کہانی) آج کے ناخوشگوار حالات کا نوحہ ہے۔ آج کا سماج اور آج کا نظامِ سیاست کمزور طبقوں کا معاشی استحصال کر رہا ہے۔ معمولی معمولی ضرورتوں کیلئے کمزوور طبقوں سے متعلقہ لوگوں کو دن میں کئی بار قتل ہونا پڑتا ہے۔'' (۱۴)

بیدل حیدری کی نظمیں آسان اور سادہ لیکن مؤثر ہونے کی بنا پر قاری اور سامع کے دل میں گھر کر لیتی ہیں۔ ان کے خیالات منفرد اور لہجہ توانا ہے وہ کوئی خیال پیش کرتے ہیں تو اس کو الجھاتے نہیں بلکہ کھول کر بیان کرتے ہیں۔ چونکہ بیدل حیدری ترقی پسند تحریک کے وابستگان میں سے ہیں اسی لیے ان کی نظموں میں بھی ترقی پسندیت کے منشور کی مکمل عکاسی ملتی ہے جیسا کہ ان کی نظم ''قصہِ پارینہ'' سے ظاہر ہے کہ وہ انقلاب کے متمنی تھے اور انسان کو سکھ کا سانس لیتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے:

میرے بزرگو! مرے ساتھیو! مرے بیٹو!
تمہارے واسطے انعام لے کے آیا ہوں

میں انقلاب کا پیغام لے کے آیا ہوں
یہی کسان میسّر نہیں لباس جنہیں
تمام عمر زمیں سے کپاس اگاتے ہیں
تمام عمر معیشت کا بوجھ اٹھاتے ہیں
کسی غریب کی عزت نہیں یہاں محفوظ
قدم قدم وہی اندھا سماج قائم ہے
تمام دیس میں ظلمت کا راج قائم ہے(۱۵)

شکیل ملتانی اپنے ایک مضمون میں بیدل حیدری کے لہجے اور فن پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''وہ اپنے مخصوص لب و لہجے کے منفرد شاعر تھے۔ ان کی پرتاثیر شاعری میں ایسا جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا رہے گا۔ لب ولہجہ سے سننے والوں پر جادو سا کر دیتے تھے۔ نظم اور غزل کو بیدل حیدری نے ایک باضابطہ فن بنا دیا۔۔۔ اور انہیں فن وعروض پر مکمل دسترس حاصل تھی''۔(۱۶)

شاعری محض لفظوں کے توازن و آہنگ سے نہیں بنتی بلکہ یہ خونِ جگر مانگتی ہے۔ بیدلؔ حیدری کی شاعری کا ایک ایک لفظ ان کے خون میں نہا کر نکلتا تھا۔ ان کا اسلوب تیکھا اور قاری کو زندگی کے معانی کی غیر معمولی تصاویر پیش کرتا ہے۔ بقول شاعر:

شاعری سہل نہیں ہے بیدل
ہم سے پوچھو یہ اذیت کیا ہے

پروفیسر صلاح الدین اپنے مضمون میں لکھتے ہیں :

''وہ جب اپنی عادات کے کنوئیں کی گہرائی میں جھانکتا ہے تو معانی کی کئی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں انہیں اپنی ذات پر طنز کرتے ہوئے دوسروں کو بھی آئینہ دکھانے کا ہنر آتا ہے۔ اس کی شاعری ظلم و جبر کا گریبان پکڑ لیتی ہے۔

علاوہ ازیں ان کی شاعری میں آہنگ، لے اور احتجاج کا دلکش امتزاج پایا
جاتا ہے۔" (۱۷)

بیدل حیدری اپنے دور کے مقبول اساتذۂ فن میں شمار ہوتے تھے۔ انھوں نے جنوبی پنجاب میں جدید غزل کی تحریک کا علم بلند کیا اس کی آبیاری کے لیے اور اسے باقاعدہ روایت کی شکل عطا کرنے کے لیے انھوں نے اپنے شعری فیضان سے نوجوان شعرا کی ایک پوری کھیپ تیار کی جنھوں نے ان کی شعری روائت کو مزید فروغ و استحکام دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر اختر شمار کی رائے کے مطابق:

" بیدل حیدری اپنے دور کے مانے ہوئے استادِ سخن سمجھے جاتے تھے اور خود خیام الہند حیدر دہلوی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اصلاحِ سخن و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا اور سینکڑوں تشنگانِ فن کی پیاس بجھائی۔ اکثر نوجوان شعرا ملتان سے آکر کبیر والا بیدل حیدری سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔" (۱۸)

۱۹۸۰ء کی دہائی میں بیدل حیدری کی اصلاحِ سخن کا سلسلہ اپنے عروج پر تھا اور ان کے عروج کا زمانہ وہی تھا جب ان کے اردگرد شاگردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جنوبی پنجاب میں بیدل حیدری کے شاگرد بکثرت دیکھے جاتے ہیں ۔ بیدل حیدری نے مضافات میں بیٹھ کر اعلیٰ شاعری کا علم بلند کیے رکھا۔ انھوں نے سہولتوں سے آراستہ بڑے شہروں سے دور بیٹھ کر نہ صرف خود جاندار شاعری کی بلکہ مضافات کے شاعروں کو حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ ان کیلئے اچھی شاعری کی تحریک بھی پیدا کی۔ بیدل حیدری نے غزل کے میدان میں اپنے آپ کو منوایا ہے۔

عمران نقوی کہتے ہیں:

" وہ شعرا کی اس نسل کے آخری قد آور شاعر تھے جو فنِ شاعری کی باریکیوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بیدل حیدری شاعری کا فن سکھانے میں بے حد فیاض واقع ہوئے تھے۔" (۱۹)

بیدل حیدری اپنی خودنوشت سوانح عمری میں اپنے شاگردوں کی تعداد کے متعلق بتاتے ہیں:

"کبیر والا میں استادی شاگردی نے اتنا طول پکڑا کہ اب تو مجھے اپنے تلامذہ کی صحیح تعداد کا بھی علم نہیں ہے، وہ اس لئے کہ دوسرے اساتذہ کی طرح میں نے شاگردوں کا کبھی کوئی رجسٹر نہیں کھولا البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ ان کی تعداد دس، بیس یا سو، پچاس نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔"(۲۰)

انھوں نے اپنے زندگی میں بہت سے ادیبوں اور شاعروں کو پڑھا اور سمجھا جس کا ثبوت ہمیں ان کی شاعری سے ملتا ہے۔ ان کا مطالعہ بے پناہ تھا۔ پروفیسر مقصود حسنی، بیدل حیدری کے مطالعے، ان کے مخصوص رنگ اور ان کے شاگردوں کے متعلق بتاتے ہیں:

"میر، آتش، حیدر، فراق، قاضی نذر الاسلام، ناظم حکمت، رسول حمزہ مڑدہ ہمتری، مرزا بیدل، بھگت کبیر، میراں بائی، امیر خسرو، ملٹن اور ورڈز ورتھ کا خصوصی مطالعہ کیا ہے۔ تاہم ان میں سے کسی کا رنگ بھی ان کی شاعری میں نہیں ملتا۔ شاعری میں ان کا اپنا ہی مخصوص رنگ ملتا ہے یا یوں کہہ لیں کہ وہ اپنے رنگ کے بادشاہ ہیں۔ سینکڑوں شعرا نے ان سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور شعری دنیا میں نام پایا گو کہ بیشتر نے کام نکل جانے کے بعد مڑ کر دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہیں فرمائی۔"(۲۱)

اس سلسلے میں ڈاکٹر اختر شمار اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے "حیدر دہلوی۔احوال و آثار" میں بیدل حیدری کی استادانہ روائت اور حیثیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"بیدل حیدری نے شعر و سخن کے دلدادہ نوجوانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ یوں ملتان جیسے قدیم شہر کے علاوہ قرب و جوار کے علاقوں سے ہر نیا شاعر کبیر والا آنے لگا۔ بیدل حیدری کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے جس میں ملتان، خانیوال، تلمبہ، میاں چنوں، چیچہ وطنی، ساہیوال فیصل آباد، جھنگ، لاہور، گوجرانوالہ، جہلم، لالہ موسیٰ، راولپنڈی اور کراچی کے علاوہ رحیم یار خاں، حیدر آباد اور ڈیرہ غازی خاں تک ان کے تلامذہ کا حلقہ پھیلا ہوا ہے۔ یہی نہیں

بلکہ بیرونِ ملک بھی ان کے بہت سے شاگرد بذریعہ ڈاک ان سے اصلاح لیتے ہیں۔ان میں سے بعض تو قدرے باغی ہو چکے ہیں"۔(۲۲)

بیدل حیدری برصغیر پاک و ہند میں منفرد لہجے کے شاعر تھے۔ وہ جب بھی ادب پارہ تخلیق کرتے اس کو مہینوں صیقل بھی کرتے۔ جدید اردو غزل کے سفر میں ان کا کردار ایک کامیاب شاعر کا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں بے شمار موضوعات کو سمونے کی کوشش کی ۔ان کا موضوعاتی اور فکری و فنی کینوس بہت وسیع ہے۔ان کے کلام میں عہد و معاشرت کی عکاسی غربت، ترقی پسندیت وغیرہ بدرجہ اُتم موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) بیدل حیدری خودنوشت سوانح عمری مطبوعہ روزنامہ "سنگِ میل" ملتان قسط نمبرا یکم جون ۱۹۹۳ء
(۲) ایضاً
(۳) ایضاً
(۴) مضمون جواز جعفری "بیدل حیدری زندگی کے سفر پر روانہ ہو گئے" مطبوعہ ماہنامہ "ادب دوست"
اپریل ۲۰۰۴ء
(۵) مضمون قیس سلیمی "بیدل حیدری کی سدا بہار نظمیں" مشمولہ "میری نظمیں" کاروانِ ادب،
کبیر والا ۱۹۹۴ء ص ۲۵
(۶) مضمون اسرار چشتی مطبوعہ روزنامہ "سنگِ میل" ملتان ادبی ایڈیشن ۲۱ مئی ۱۹۹۴ء
(۷) مضمون آصف ثاقب "شاعر کی موت" ماہنامہ "ق" ڈیرہ اسماعیل خان مئی ۲۰۰۴ء
(۸) بیدل حیدری "پشت پہ گھر" کاروانِ ادب، کبیر والا، جنوری ۱۹۹۶ ص ۱۱
(۹) بیدل حیدری "ان کہی" سیوا پبلی کیشنز، لاہور، جنوری ۲۰۰۴ء ص ۹۹
(۱۰) بیدل حیدری "پشت پہ گھر" کاروانِ ادب کبیر والا جنوری ۱۹۹۶ ص ۱۲، ۳۶، ۷۶
(۱۱) ایضاً
(۱۲) ارشد ملتانی سے انٹرویو (مقالہ ایم۔اے اردو بی۔زیڈ۔یو ملتان از رابعہ اکرم) ۱۹ جون ۲۰۰۵
(۱۳) بیدل حیدری "میری نظمیں" کاروانِ ادب، کبیر والا، ۱۹۹۴ء ص ۸۶
(۱۴) مضمون پروفیسر مقصود حسنی "بیدل حیدری جدید شعری کی توانا آواز" مشمولہ "میری نظمیں" ص ۹
(۱۵) بیدل حیدری "میری نظمیں" کاروانِ ادب، کبیر والا ۱۹۹۴ء ص ۴۲

(۱۶) مضمون شکیل ملتانی مطبوعہ ''حقانیت جہاں'' ۱۴ اپریل ۲۰۰۴ء

(۱۷) مضمون پروفیسر صلاح الدین مطبوعہ ''حقانیت جہاں'' ۱۲ نومبر ۲۰۰۳ء

(۱۸) انٹرویو ڈاکٹر اختر شمار صاحب صدرِ شعبہ اردو ایف۔سی کالج لاہور ۱۳ مئی ۲۰۰۵ء

(۱۰) مضمون عمران نقوی مطبوعہ ''نوائے وقت'' لاہور ادبی ایڈیشن ۱۲ مارچ ۲۰۰۴ء

(۲۰) بیدل حیدری خودنوشت سوانح عمری مطبوعہ روزنامہ ''سنگِ میل'' ملتان قسط نمبر ۷ ۱۳ جولائی ۱۹۹۳ء

(۲۱) مضمون پروفیسر مقصود حسنی ''بیدل حیدری جدید شاعری کی توانا آواز'' مشمولہ ''میری نظمیں'' ص ۷

(۲۲) اختر شمار ڈاکٹر تحقیقی مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی ''حیدر دہلوی۔احوال و آثار'' ص ۵۵۸